Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.104, 2016 pp 117 - 126

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۶ء، شمارہ ۱۰۴

اُردو کے طنزیہ و مزاحیہ رسائل
(ابتداء سے ۱۹۴۷ء تک)

محمد اکرم سرا☆

Abstract:

Humor and satire is the art of making the unpleasantness of life bearable. Humor depicts our action which is presented in a humorous style. Basically magazines play a pivotal role in this regard. In this article, an attempt has been made to reach out when and how the publication of humorous magazines in Urdu started. So from the beginning upto the partition of India, the whole era has been covered. The level of humor published in those magazines has also been analyzed. It is a common belief that humorous magazines in Urdu began with "Oadh Punch" in 1877 but research shows the traces of some other papers therefore the beginning of humorous papers goes back to 1855. The papers from 1855 to 1947 have been analyzed. The analyses of magazines published after 1947 demands another essay.

اردو میں ظریفانہ پرچوں کی روایت کا آغاز ''لندن پنچ'' کے تتبع میں ہوا۔ پنچ طرز کے جاری ہونے والے مزاحیہ رسائل کی ساخت و پرداخت میں ہمیں خاص طور سے لندن پنچ کے اثرات و موضوعات دکھائی دیتے ہیں۔ رسالہ ''پنچ دی لندن شاری واری ۱۷ جولائی ۱۸۴۱ء کو لندن سے جاری ہوا۔ یہ پرچہ سیاسی وسماجی طنز، مزاح اور ادبی تنقید کے لیے مخصوص تھا'' (۱) اس میں مخصوص تبصروں کے لیے مخصوص کالم بنائے

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج شیخوپورہ

جاتے تھے مثلاً ماہانہ تبصروں کے لیے "Remarks" کا کالم مخصوص تھا۔ سیاسی تجزیوں کے لئے "Political Summery" تھا۔ جو مغربی سیاست کا احاطہ کرتا تھا۔ اس کے علاوہ پنچ کی مستقل چیز اس کے کارٹون تھے جو عوام الناس کے جذبات کی مکمل ترجمانی کرتے تھے۔ ''اس دوران میں ''پنچ'' میں سیاست سے زیادہ مزاحیہ کیفیت کو اجاگر کیا گیا'' (۲) لندن پنچ کی ظرافت کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس نے زندگی کے گونا گوں پہلوؤں کا ظریفانہ احاطہ کیا ہے۔ کبھی تو یہ سیاسی طنز کا داعی بن کر سامنے آتا ہے تو کبھی اعلیٰ پائے کی ظرافت کا ادبی اسلوب لئے ہوئے ہوتا ہے۔ کبھی تحریریں پھکڑ پن اور ابتذال سے مملو ہوتی ہیں اور کبھی پھیکی اور بے جان، کبھی مزاح کے عمدہ نمونے بھی مل جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''پنچ'' نے سیاسی طنز سے مزاحیہ فینٹسی تک کی مسافت میں اپنے اصلاحی کردار کو بخوبی نبھایا۔'' (۳) لندن پنچ کی دیکھا دیکھی اردو میں بھی پنچ رسائل جاری ہونے لگے۔ پنچ رسائل کی اولیت کا تاج بالعموم ''اودھ پنچ'' کے سر پر رکھا گیا ہے مگر معاصر صحافتی تواریخ و تحقیق کی بدولت ''اودھ پنچ'' سے قبل کے کچھ پرچوں کا سراغ ملتا ہے۔ ''اختر شہنشاہی'' کے مطابق ''مزاحیہ پرچوں کی اس طویل فہرست میں ''اودھ پنچ'' کا چھٹا نمبر ہے۔'' (۴) ''اختر شہنشاہی'' کے مطابق اس سلسلے کا پہلا پرچہ ''مذاق'' تھا جو رام پور سے جنوری ۱۸۵۵ کو جاری ہوا۔ اخبار مزید لکھتا ہے کہ:

> ''یہ پرچہ رام پور ضلع مراد آباد سے بہت چھوٹے آٹھ ورقوں پر نکلتا تھا یہ ہفتہ وار تھا اور پنج شنبہ کو جاری ہوتا۔ اس کے مالک حکیم احمد رضا لکھنوی، ایڈیٹر مولوی عبدالجلیل نعمان پرنٹر سید تہور حسین تھے اور مطبع احمد سے چھپتا تھا۔'' (۵)

اس نوع کا دوسرا پرچہ ''مدراس پنچ'' تھا جو مدراس سے ۱۸۵۹ کو جاری ہوا۔ اس کے مالک شاہ محمد صادق حسینی، مہتمم جعفر حسین حسنی اور مدیر غلام محی الدین چشتی تھے۔ یہ پرچہ دس روزہ تھا جو چار اوراق پر مشتمل مطبع طلسم حیرت سے نکلتا تھا۔ تیسرا پرچہ ''فرحت الاخبار'' تھا جو بمبئی سے جنوری ۱۸۷۶ کو جاری ہوا۔ یہ ہفتہ وار پرچہ تھا جس کے اوسطاً دو ورق تھے اور جو چہار شنبہ کو نکلتا تھا اس کے مالک منشی محمد منظور قریشی تھے۔ (۶) چوتھا پرچہ ''روہیل کھنڈ پنچ'' تھا جو مراد آبادی سے ۱۸۷۶ کو جاری ہوا اختر شہنشاہی کے مطابق یہ پرچہ ہفتہ وار نکلتا تھا اوسطاً دو ورق ہوتے تھے اور یہ اتوار کے روز نکلتا تھا اس کے مالک منشی سید جمشید علی خان اور مدیر سید مہدی حسن تھے یہ پرچہ مطبع آفتاب ہند سے طبع ہوتا تھا یہ ظریف ولطیف اور دل لگی کے مضامین سے آراستہ ہوتا تھا جو ''تہذیب کے پیرائیہ میں روتوں کو ہنساتا اور سوتوں کو جگاتا ہے'' (۷) پانچواں پرچہ ''بہار پنچ'' تھا جو ۲۶ نومبر ۱۸۷۶ کو پٹنہ سے جاری ہوا۔ یہ ہفتہ وار تھا جو جمعہ کے روز اوسطاً چار اوراق پر نکلتا تھا۔ اس کے مالک محمد اکثیر خان تھے یہ مطبع انتظامی سے چھپتا تھا۔

ان پرچوں کے بعد منشی سجاد حسین کی ادارت میں لکھنو سے ''اودھ پنچ'' جاری ہوا۔ ''یہ رجحان ساز ظریفانہ اخبار ۱۷ جنوری ۱۸۷۷ کو پنچ (لندن) کی طرز پر ہفتہ وار نکلا'' (۸) یہ پرچہ ایک مدت تلک آسمان

ظرافت پر طرح طرح کی مزاح پاشیاں کرتا رہا۔ ''اودھ پنچ آٹھ صفحات کے اس اخبار کا سائز ۱۲x۱/۲-۹ تھا۔ ہر صفحہ پر تین کالم اور ہر کالم میں ۳۴ سطریں ہوتی تھیں۔'' (۹) نادم سیتا پوری کے مطابق اودھ پنچ اردو کا پہلا اخبار تو نہیں تھا لیکن ''جنوری ۱۸۷۷ میں جب ''اودھ پنچ'' کا پہلا شمارہ نکلا تھا تو یقیناً صحافت کے اس میدان میں اس کے سوا کوئی دوسرا نہ ہوگا۔'' (۱۰)

''اودھ پنچ'' کہنے کو تو ایک ظریفانہ پرچہ تھا مگر یہ محض ہنسنے ہنسانے کا کوئی چٹکلہ نہیں تھا بلکہ اپنی ایک طے شدہ پالیسی رکھتا تھا۔ اس کے مخصوص نظریات اور اہداف تھے۔ اس کی نظر سیاسی، معاشی اور سماجی حالات پر یکساں تھی۔ اس نے جہاں سرسید تحریک کی بھرپور مخالفت کی وہاں حکومتِ وقت پر بھی کڑی تنقید کا سلسلہ جاری رکھا۔ اودھ پنچ نے اپنی تحریروں کے ذریعے ہند ایرانی تہذیب کے احیاء کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں اس نے اپنے اوراق میں مغربی تہذیب کو ناپسند کرتے ہوئے اس کی ہلاکت خیزیوں سے ہندوستانیوں کو آگاہ رکھا۔ یوں پہلی مرتبہ طنز وظرافت کو انسانی اقدار اور انسانی زندگی کے مسائل سے ہم آہنگ کیا۔ یہ ایک روایت ساز پرچہ تھا جس نے لوگوں کو سیاسی وسماجی اور تہذیبی شعور عطا کیا۔

''اودھ پنچ'' کی طنز کا بنیادی موضوع مشرق ومغرب کی تہذیب کا تضاد قرار پاتا ہے۔ اس کے اظہار کے لیے جہاں مخصوص کالم مختص تھے وہاں لندن پنچ کی طرز پر کارٹونوں سے بھی مدد لی جاتی تھی۔ اس کے قلم کاروں کا کمال یہ تھا کہ وہ ایک زیرک کی طرح سے اشیاء کو دیکھتے تھے اور پھر اس کے مضحک پہلوؤں کو انتہائی مہارت سے بیان کر دیتے تھے۔ جس قسم کا موضوع ہوتا تھا ان کا تاثر بھی اتنا ہی شدید ہوتا تھا۔ اس کے لیے کہیں شوخی دکھادی، کہیں پگڑی اچھال دی۔ غرض ان طنازوں سے کچھ بھی بعید نہ تھا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پر ان لوگوں کی ظرافت معیار کے درجے سے گر جاتی ہے لیکن جہاں یہ لوگ تہذیب کے دائرے میں رہ کر لکھتے ہیں وہاں ان کی ظرافت قابلِ ستائش اور قابلِ تقلید بن جاتی ہے۔

اودھ پنچ کے قلم کار سماج کے بہت بڑے نباض تھے۔ انہوں نے ظرافت کے پردے میں معاشرے کی متحرک زندگی کی مثالیں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر ظفر عالم ظفری کے مطابق ''یوں طنز ومزاح میں متحرک زندگی کی حرارت دوڑنے لگی'' (۱۱) یہ روایت ساز رسالہ جو ۱۸۷۷ء کو جاری ہوا بالآخر ٹمٹا کر ۱۹۳۵ میں بند ہو گیا۔

اودھ پنچ کے احیاء کے بعد اردو زبان میں پنچ رسائل برساتی کھمبیوں کی طرح نکل آئے۔ اس کے تتبع یا مخالفت میں بہت سے پنچ رسائل جاری ہوئے جنہوں نے اودھ پنچ کے انداز میں ظریفانہ اسلوب اختیار کر کے طنز ومزاح کی حیات آفریں روایت کو مستحکم کیا۔ ''اختر شہنشاہی'' نے ان ظریفانہ پرچوں کی تعداد ۹۱ بتائی ہے۔ ان کا زمانہ ۱۸۷۷ء سے لیکر ۱۹۳۶ء تک پھیلا ہوا ہے جو تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ہندوستان کے چھتیس شہروں سے نکلتے تھے۔ ذیل میں شہروائز ان رسائل کا انڈکس دیا جا رہا ہے۔

لکھنو سے نکلنے والے پرچے:

سر پنچ (یکم ستمبر ۱۸۷۷)، انڈین پنچ (یکم مئی ۱۸۸۰)، لکھنو پنچ (یکم اپریل ۱۸۸۳)، شوخ اودھ (۲۳ مئی ۱۸۸۲)، بہر ظرافت (۱۰ ستمبر ۱۸۸۲)، سلطان الظرفاء (۴ جنوری ۱۸۸۳)، محشر (یکم اپریل ۱۸۸۴)، الجھپٹ (۱۹۱۱)، لال مرچ (۱۹۲۹)، سر پنچ (ستمبر ۱۹۳۱)

لاہور سے جاری ہونے والے پنچ رسائل:

لاہور پنچ (۱۸۷۷)، پنجاب پنچ (۱۸۷۸)، شیخ چلی (۱۸۸۵)، طوفان (یکم جنوری ۱۸۸۶)، ملا دو پیازہ (یکم جنوری ۱۸۸۶)، افلاطون (یکم جنوری ۱۸۸۶)، پولیٹیکل سپاہی (یکم جنوری ۱۸۸۶)، پاٹے خاں (۶ جنوری ۱۸۸۶)، تیس مار خاں (۶ جنوری ۱۸۸۶)، جعفر زٹلی (۴ مارچ ۱۸۸۷)، شریر (۲۴ جنوری ۱۸۸۸)، ضیافت پنچ (۱۹۲۰)، ککڑوں کوں (۱۹۲۶)، چو پنچ (۱۹۲۶)، شیرازہ (۹ ستمبر ۱۹۳۶)،

جالندھر سے ایک ہی پرچہ جالندھر پنچ ۱۸۷۷ کو نکلا۔

کلکتہ:

کلکتہ پنچ (یکم جنوری ۱۸۷۹)، بنگال پنچ (یکم جولائی ۱۸۸۰)، علی گڑھ پنچ (۱۵ جولائی ۱۹۲۸)، چپت (۱۹۲۸)

دلی:

دلی پنچ (یکم جون ۱۸۸۰)، ظرافت (یکم جنوری ۱۸۸۲)، ظریف ہند (یکم مارچ ۱۸۸۵)، بیربر (مارچ ۱۸۸۵)، چلتا پرزہ (۱۶ جنوری ۱۸۸۷)، صدر پنچ (یکم فروری ۱۸۸۷)، بے مثال پنچ (۱۸۹۲)، دلی پنچ (۸ جنوری ۱۸۹۵)، متوالا (۱۹۲۸)۔

بنارس:

باوا آدم پنچ (یکم اکتوبر ۱۸۸۱)، بنارس پنچ (۱۲ اکتوبر ۱۸۸۱)، ظریف (۲۱ ستمبر ۱۸۸۲)

اجمیر: اجمیر سے ایک پرچہ راجپوتانہ پنچ (۱۸۸۱) کو جاری ہوا۔

گورکھ پور: فتنہ (۸ جولائی ۱۸۸۲)، عطر فتنہ (یکم جنوری ۱۸۸۵)

سید پور: مہر پنچ (۱۰ ستمبر ۱۸۸۲)

بدایوں:

کٹھیر پنچ (یکم مئی ۱۸۸۳)، البیلا (یکم اپریل ۱۸۸۶)، انڈین پنچ (۱۹۰۱)، رفیق پنچ (۱۹۰۴)

بمبئی:

سرپنچ (۱۵ مئی ۱۸۸۳)، ابوالظر فاء (یکم جون ۱۸۸۳)، بمبئی پنچ بہادر (۱۸۹۶(، بمبئی ابوالپنچ (۱۸۹۶) دکن پنچ (۱۹۲۹)

جھجھر:

ہریانہ پنچ (۲۰ فروری ۱۸۸۴)، جھجھر پنچ (یکم ستمبر ۱۸۸۴)، جعفر زٹلی (یکم جولائی ۱۸۸۵)

مدراس:

کرناٹک پنچ (یکم اپریل ۱۸۸۴)، دکن پنچ (یکم جنوری ۱۸۸۵)، دکن پنچ (یکم جنوری ۱۸۸۸)

ہانکی پور پٹنہ: الپنچ (۵ فروری ۱۸۸۵)

الہ آباد: کڑا پنچ (۱۴ فروری ۱۸۸۵)

قنوج: پرکالہ آتش المعروف قنوج پنچ (یکم اگست ۱۸۸۵)

فرخ آباد: فتح گڑھ پنچ (۱۵ اگست ۱۸۸۵)

میرٹھ:

میرٹھ پنچ (۱۸۸۱)، ظریف الہند (یکم جنوری ۱۸۸۶)، سرپنچ (اکتوبر ۱۸۸۶)، مذاق (۱۸۹۰)

کولہاپور: برار پنچ (مارچ ۱۸۸۶)

سیالکوٹ: بیربر (یکم اپریل ۱۸۸۶)

ہوشنگ آباد: فوجِ ظرافت (یکم مئی ۱۸۸۶)

رام پور: مذاق کا پتلا (مئی ۱۸۸۶)

گجرات: گجرات پنچ (یکم اکتوبر ۱۸۸۶)

فیروز پور: فیروز پور پنچ (۲۴ اکتوبر ۱۸۸۶)

حیدر آباد: دکن پنچ (یکم جون ۱۸۸۷)

آگرہ: آگرہ پنچ (۴ فروری ۱۸۸۸)، آگرہ پنچ (۱۸۸۹)، آگرہ پنچ (نومبر ۱۹۲۹)

جھانسی: بندھیل کھنڈ پنچ (۱۵ اگست ۱۸۹۴)

سیدن پور: ظریف (۱۸۹۶)

مرادآباد: تفریح (۱۹۰۷)

سندیلہ: الغپ (۱۹۱۲)، ظریف (۳۰ ستمبر ۱۹۱۳)

علی گڑھ: الپنچ (۱۹۲۸)

پٹنہ: انڈین پنچ (جون ۱۹۲۸)

لدھیانہ: قیامت (جون ۱۹۲۹)

مرزاپور: مذاق (۱۹۳۱)

جبل پور: منقار (جنوری ۱۹۳۳)

شملہ: شملہ پنچ (۱۹۳۳)(۱۲)

یہ تمام پرچے کم وبیش ایک ہی طرز کے حامل تھے۔ ان میں مزاح پیدا کرنے اور طعن وتشنیع و تضحیک کے حربے بھی ایک جیسے تھے۔ کہیں جب یہ ذاتیات سے بلند ہو کر لکھتے تھے تو ظرافت کے نہایت عمدہ ٹکڑے ملتے ہیں ورنہ ابتذال، پھکڑ پن اور لتے لینے کا رویہ عام ہے۔ یہ رسائل زیادہ تر ہفت روزہ تھے۔ کچھ دس روزہ اور پندرہ روزہ بھی تھے ایسا بھی تھا کہ بعض سنجیدہ اخبار نویسوں نے حریفوں کو زیر دام لانے کے لیے یا منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے کسی اور کی ظاہری ادارت میں ایسے پرچے نکال رکھے تھے مثلاً مولوی محرم علی چشتی نے سنجیدہ مباحث کے لیے ''رفیق ہند'' جاری کر رکھا تھا اور ہزل گوئی کے لئے ''ملا دو پیازہ'' ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے بقول اس پر نام کسی اور کا درج ہوتا تھا لیکن تحریر مولوی صاحب ہی کی ہوتی تھی۔ انہیں اپنی زندگی میں بے شمار مخالفین سے سابقہ پڑا اس لیے ملا دو پیازہ گیارہ برس تک جاری رہا۔(۱۳)

یہ مزاحیہ پرچے ہندوستان کے طول وعرض سے نکلتے تھے جن میں حالاتِ حاضرہ پر تبصرے ہوتے تھے ان رسائل کا لوگوں کے ساتھ براہ راست تعلق تھا اس لیے یہ عوام میں بے حد مقبول تھے۔ یہ پرچے زیادہ تر ہنگامی موضوعات کو اپنے دامن میں جگہ دیتے تھے۔ تو جیسے ہنگامی موضوع جلد ختم ہو جاتا ہے

س لیے یہ پرچے بھی زیادہ دیر نہیں چلتے تھے۔'' لہٰذا یہ جس تیزی سے نکلے تھے موسم ختم ہوتے ہی اس تیزی سے سمٹ بھی گئے۔'' (۱۴)

ان پنچی رسائل میں اودھ پنچ ہی ایسا پرچہ تھا جو اپنی ادبی قدر و قیمت کے ساتھ ۱۹۳۵ء تک نکلتا رہا۔ زیادہ تر پرچے انیسویں صدی کے اختتام کے ساتھ ہی ختم ہو چکے تھے البتہ جو موجود تھے وہ بھی آہستہ آہستہ بند ہوتے جا رہے تھے۔ تاہم ان پرچوں کی جگہ بعدازاں سنجیدہ اخبارات کے صفحات میں مزاحیہ تحریریں نظر آنے لگیں اور فکاہی کالم نگاری شروع ہوگئی۔

ان رسائل میں سے کچھ پرچے ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی ادبی قدر و قیمت برقرار رکھی ان میں سے ایک اہم پرچہ ریاض خیر آبادی کا ''فتنہ، عطر فتنہ'' ہے۔ یہ پاکٹ سائز رسالہ تھا جو ۱۵ سے ۲۰ صفحات کے درمیان مختلف رنگوں میں چھپتا تھا۔ کبھی گلابی، کبھی لال کبھی پیلا اور کبھی سفید ابتدا میں نثر میں چھپتا تھا لیکن عطر فتنہ کے اضافے کے بعد اس میں شاعری کی قوس قزاح بھی اپنا جلوہ دکھانے لگی۔ اس کی ''نظم و نثر دونوں میں شوخی اور چنچل پن جوان رعنا کا سا بانکپن، نازنین دلربا کی سی مستی بھری ادا، حسینہ مغرور کی سی کج ادائی، سبھی کچھ ہوتا تھا۔'' (۱۵)

پرچے کی اصل خوبی لفظوں سے کھیلنا ہوتا تھا۔ اس کے سرورق پر یہ مصرع درج ہوتا تھا۔

ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا

ادبی اہمیت کا حامل ایک اور پرچہ ''سرپنچ'' تھا جو ۱۹۳۱ء میں لکھنو سے جاری ہوا۔ اس کے مالک نسیم انہونوی اور مدیر شوکت تھانوی تھے۔ ''سرپنچ'' کا اجرا بھی ''اودھ پنچ'' کی طرز پر ہوا۔ اس کا سرورق ترتیب و تنظیم کالم، تبصرے، تجزیے اور کارٹون سبھی اودھ پنچ کے انداز میں شائع کیے جاتے تھے۔ اودھ پنچ کی طرز پر ہی اس کے بھی نورتن مقرر تھے۔ جن میں نسیم انہونوی، شوکت تھانوی، فرحت اللہ بیگ، عظیم بیگ چغتائی، ظریف لکھنوی، ملا رموزی، محمد علی ردولوی، شہباز بلند پرواز اور احمق پھپھوندوی شامل تھے۔

سرپنچ میں بالعموم نئی اور طبع زاد تحریریں شائع ہوتی تھیں۔ بعض اوقات دوسرے رسائل سے ''انتخاب'' بھی شائع کیے جاتے تھے۔ جن کے عنوان ''پنچایت'' اور ''حلوائی کی دکان'' تھے۔ جس طرح دیو کی جان طوطے میں ہوتی ہے اس طرح سرپنچ کی جان شوکت تھانوی تھے جو مزاحیہ کالم، اقوال مولانا سرپنچ، بھی تحریر کرتے تھے۔

سرپنچ کی ظرافت کی دو ایک مثالیں دیکھیے:

''☆ پلاؤ زردہ سے کم پر شکر ادا نہ کیجئے ورنہ اللہ میاں سمجھیں گے کہ یہ بندہ دال اور روٹی میں خوش ہے اسے اس سے بہتر کھانے کیوں دیئے جائیں۔

☆ ایک اطلاع مظہر ہے کہ علامہ اقبال اپنی تمام نظمیں جناب مشتاق سلونوی کی نظر کرنے کے

لیے تیار ہو گئے ہیں بشرطیکہ مشاق صاحب آئندہ علامہ اقبال کی نظموں کو نظم کرنا چھوڑ دیں۔" (۱۶)

سرپنچ کے خاص نمبر بھی شائع کیے جاتے تھے جن میں فلم نمبر، عید نمبر، سال نو نمبر اور اپریل فول نمبر وغیرہ۔

پنچ طرز کے رسائل کی آخری کڑی "شیرازہ" قرار پاتی ہے۔ جو مولانا چراغ حسن حسرت کی ادارت میں ۹ ستمبر ۱۹۳۶ کو لاہور سے جاری ہوا یہ ہفت روزہ تھا جو دل محمد روڈ برکت علی سٹریٹ سے شائع ہوتا تھا۔ اس میں حسرت سندباد جہازی کے قلمی نام سے لکھتے تھے۔ شمارے کی قیمت ایک آنہ مقرر تھی۔ یہ ادبی، فکاہی رسالہ تھا جس میں ادبیت زیادہ اور پنچی ظرافت کم تھی۔ اس کے بارے میں رسالہ نقوش لکھتا ہے:

"شیرازہ بہت بلند پایہ پرچہ تھا۔ اس میں مولانا عبدالمجید خاں سالک مدیر انقلاب لاہور کے "حوادث وافکار" سندباد جہازی کے اشارات خاص کشش کا باعث ہوتے تھے۔" (۱۷)

شیرازہ میں لکھنے والوں میں حفیظ ہوشیارپوری، محمود نظامی، خضر تمیمی، میراجی، عطاءاللہ سجاد، محمد فاضل، کرشن چندر، کنہیا لال کپور، احمد ندیم قاسمی، باری علیگ، حاجی لق لق، ضمیر جعفری اور عاشق محمد غوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شیرازہ میں ادبی نوعیت کے لطیف مزاح پارے شائع ہوتے تھے جن میں "گھٹیا بازاری پن موجود نہ تھا بلکہ ایک قدرے سنبھلی ہوئی کیفیت والا مزاح پایا جاتا تھا۔" (۱۸) ۱۹۳۶ء میں جب شیرازہ جاری ہوا تب پنچی مزاح کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ ادھ پنچ بھی اپنا دوسرا دور پورا کر چکا تھا۔ ہمعصروں میں دو مزاحیہ پرچے میدان میں تھے ایک "چونچ" جو کلکتہ سے عنایت دہلوی کی زیرادارت نکلتا تھا جو ہفت روزہ تھا اور "جو اکثر اپنے ہمعصروں سے چونچ لڑایا کرتا تھا۔" (۱۹) چونچ کا مزاح معیاری ہوتا تھا اور دوسرا پرچہ "سرپنچ" تھا ان حالات میں شیرازہ ایک نئے ڈھنگ سے طلوع ہوا اس کی تحریروں میں لطیف شگفتگی موجود ہوتی تھی۔ اس میں سیاسی نوعیت کی ملکی و غیر ملکی خبریں بھی شائع ہوتی تھیں۔ "اشارات" ایک مستقل عنوان تھا جس کے تحت سیاسی، صحافتی اور ادبی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ مشاعرے کی ایک خبر پر شیرازہ کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیے:

"لاہور میں ادھر انشورنس سوسائٹی کا مشاعرہ ہوا جس میں یار لوگوں نے بیمہ کے فوائد پر نظمیں کہیں۔ ادھر امرت دھارا والوں نے بھی ایک مشاعرہ کر ڈالا جس میں زیادہ نظمیں ڈنڈ پیلنے مگدر ہلانے اور صبح کی سیر کے متعلق تھیں۔ سنا ہے کہ سبزی منڈی مل کے ایک مشاعرے کا انتظام کر رہے ہیں جس میں گاجر، مولی، اروی اور بینگن کی خوبیوں پر نظمیں کہی جائیں گی۔ ہمارا تو خیال ہے کہ آئندہ بیاہ، شادی، عقیقہ، ختنہ، روزہ کشائی وغیرہ کی تقریبوں پر بھی مشاعروں کا انتظام ہونا چاہیے کیونکہ مشاعرہ ناچ گانے کی محفلوں سے ہمیشہ سستا پڑتا ہے۔" (۲۰)

ان پنچی رسائل کے ساتھ ساتھ کچھ رسائل ایسے بھی تھے جو خالصتاً ظریفانہ مزاج کے حامل نہ تھے لیکن ان کے صفحات میں طنز ومزاح کے لیے کالم مخصوص تھے جن میں نظم ونثر میں گلکاریاں کی جاتی تھیں۔ ان رسائل میں مولانا ابوالکلام آزاد کا رسالہ ''الہلال'' اہم ہے جو ۱۹۱۲ میں کلکتہ سے جاری ہوا۔ اس میں 'افکار و حوارث'، کے نام سے مزاحیہ کالم چھپتا تھا۔ اس کے بعد ''زمیندار'' تھا جسے مولوی سراج الدین نے ۱۹۰۳ میں کرم آباد سے جاری کیا اس میں 'افکار وحوادث' کے نام سے کالم چھپتا تھا جسے مولانا عبدالمجید سالک تحریر کرتے تھے جبکہ 'فکاہات' کے نام سے خود مولانا ظفر علی خاں لکھتے تھے، یہ پہلے ہفت روزہ تھا مولانا ظفر علی خاں نے بعد میں اسے روز نامہ بنا دیا۔ اس دور کا ایک اور صحافتی کارنامہ ''انقلاب'' تھا جسے عبدالمجید سالک اور غلام رسول مہر نے جاری کیا۔ اس میں 'فکاہات' کے نام سے کالم چھپتا تھا۔ فکاہات کے کالم ادب اور صحافت کا بہترین امتزاج تھے۔ ایک مثال دیکھئے:

''ہمارے ہاں گاندھی سا بڈھا آدمی لنگوٹی باندھ کر پھرے تو مغرب کے مردوزن اسے وحشی قرار دیں لیکن مغرب کی خوش چشم خواتین عورت ذات ہو کر لنگوٹی باندھ لیں تو ان کی یہ حرکت حسن و مذاق، شائستگی اور تہذیب کی جان سمجھی جائے گی۔'' (۲۱)

اس کے علاوہ شوکت تھانوی نے ''طوفان'' جاری کیا جس میں 'مدوجزر' کے نام سے مزاحیہ کالم چھپتا تھا۔

ان پنچ رسائل کی حیثیت پتلی تماشے کی سی تھی، عبدالسلام خورشید نے بجا طور پر انہیں برسات کی کھمبیوں سے تعبیر کیا ہے۔ ایک پرچہ نظروں سے اوجھل ہوتا تھا تو دوسرا آجاتا تھا۔ یہ مختصر طور پر اپنی جھلک دکھاتے تھے ایک شہر میں غروب ہوتے اور دوسرے شہر سے کسی اور نام سے طلوع ہو جاتے تھے۔ ان کے آپس میں معرکے بھی رہتے تھے۔ ان میں سے صرف ''اودھ پنچ'' ہی ایسا رسالہ تھا جس نے سب سے زیادہ عمر پائی۔ ان رسائل کا دور ۱۸۵۵ء سے لیکر ۱۹۴۰ء تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد صحافت کا مذاق بدلا تو مزاحیہ پرچے نکلنا بند ہو گئے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ دی نیو یونیورسل لائبریری انسائیکلوپیڈیا، جلد ۱۱، ص ۲۵۲

۲۔ فوزیہ چوہدری، ڈاکٹر، ''اردو کی مزاحیہ صحافت''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰، ص ۸۰

۳۔ فوزیہ چوہدری، ڈاکٹر، ''اردو کی مزاحیہ صحافت''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰، ص ۸۷

۴۔ ایضاً، ص ۳۶

۵۔ محمد اشرف، حاجی سید، ''اختر شہنشاہی''، لکھنو: اختر پریس، ۱۸۸۸، ص ۲۵۱

۶۔ محمد اشرف، حاجی سید، ''اختر شہنشاہی''، لکھنو: اختر پریس، ۱۸۸۸، ص ۱۸۴

۷۔ ایضاً، ص ۱۳۰

۸۔ طاہر مسعود (مرتب)، ''اردو صحافت کی ایک نادر تحریر'' مولفہ مولوی محبوب عالم، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۲، ص ۱۱۵

۹۔ ایم ایس ناز، ''اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸، ص ۲۱۶

۱۰۔ نادم سیتاپوری، ''اودھ پنچ'' مشمولہ ''اردو نامہ'' اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۴ء، ص ۴۳

۱۱۔ ظفر عالم ظفری، ڈاکٹر، ''اردو صحافت میں طنز و مزاح''، لاہور، فیروز سنز، ۱۹۹۶، ص ۴۶

۱۲۔ ''اختر شہنشاہی'' اور ''اردو کی مزاحیہ صحافت'' (ص ۵۲۔۵۳) میں ان پرچوں کو سنین وائز ترتیب دیا گیا ہے جبکہ راقم نے انہیں شہروائز ترتیب دیا ہے۔ البتہ اس بات کا پورا خیال رکھا گیا ہے کہ زمانی ترتیب قائم رہے۔

۱۳۔ عبدالسلام خورشید، ''کاروانِ صحافت''، کراچی: انجمن ترقی اردو، طبع دوم، ۱۹۸۹، ص ۱۲۷

۱۴۔ فوزیہ چوہدری، ڈاکٹر، ''اردو کی مزاحیہ صحافت''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰، ص ۵۷

۱۵۔ ظفر عالم ظفری، ڈاکٹر، ''اردو صحافت میں طنز و مزاح''، لاہور، فیروز سنز، ۱۹۹۶، ص ۹۳

۱۶۔ شوکت تھانوی، ''گپ شپ'' مشمولہ ''نقوش۔شوکت نمبر''، لاہور؛ ستمبر ۱۹۶۳، ص ۶۰۶

۱۷۔ محمد طفیل، ''نقوش۔طنز و مزاح نمبر''، شمارہ ۷۲/۷۱ جنوری/فروری ۱۹۵۹، ص ۳۸۹

۱۸۔ فوزیہ چوہدری، ڈاکٹر، ''اردو کی مزاحیہ صحافت''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰، ص ۳۰۴

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۷۳

۲۰۔ ''شیرازہ''، لاہور، ۱۵ مارچ، ۱۹۴۰، ص ۱۹

۲۱۔ عبدالمجید سالک، ''انقلاب'' (روزنامہ) لاہور، ۱۳ دسمبر ۱۹۲۹